AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783

https://aljamei.com/index.php/ajrj

At The Door of the Messenger (ﷺ), The Expression of Human Intellect's Humility

درِ رسول ﷺ پر عقل انسانی کا اظہار عجز

Dr. Muhammad Naeem Anwar
Associate Professor, Department of Arabic and Islamic Studies
Government college University, Lahore, E-mail: dr.naeemanwer@gcu.edu.pk
Muhammad Hammad Saeed
Islamic studies, Visting faculty GC University Lahore, E-mail: hammadit12345@gmail.com

Abstract:
Human reason, in its quest to unravel the universe's mysteries, finds its limits.Before the luminous path of prophethood, it must bow in humble acknowledgment.This divine revelation is a shoreless ocean, whose depths cannot be fathomed.All accumulated human knowledge appears but a faint and flickering spark.It stands diminished before the brilliant sun of eternal guidance that emanates from the Final Messenger.Within his being reside the inexhaustible treasures of primordial wisdom.Thus, the ultimate role of human intellect is not to compete, but to confess its own incapacity.It finds its true purpose in recognizing, revering, and submitting to this transcendent light.

Keyword: HumanReason/Intellect,Limits/Incapacity,Prophethood/Revelation, Divine Guidance

تمہید:

عقلِ انسانی سحرِ کائنات میں کھو کر رہ جاتی ہے روشِ نبوت کے آگے سرِ تسلیم خم کرتی ہے

یہ وہ بحرِ بیکراں ہے جس کی گہرائی کا کوئی کنارہ نہیں انساں کا جمع کردہ علم ذرّہ بے نور کے مانند ہے

حقیقت کی اس کرن کے سامنے جو آفتابِ ہدایت سے پھوٹتی ہے رسولِ اکرم کی ذات میں پنہاں ہے انسانی عقل یہاں پر فقط اعترافِ عجز ہی کر سکتی ہے آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اسی کو بیان کرتا ہے جیسا کہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ط اَفَلاَ تَعْقِلُوْنَ۔(1)

”بے شک میں اس (قرآن کے اترنے) سے قبل (بھی) تمہارے اندر عمر (کا ایک حصہ) بسر کر چکا ہوں، سو کیا تم عقل نہیں رکھتے۔“

یہ آیت کریمہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کی دلیل اتم ہمارے سامنے آپ کی سیرت طیبہ کے ہونے کو واضح کر رہی ہے۔

آپ ﷺ کی سیرت ہی آپؐ کی نبوت کی برہان

آپ کی سیرت ہی آپ کی نبوت ورسالت کی دلیل صداقت اور برہان حق ہے اور آپ کی سیرت اقدس ہی آپ کی نبوت ورسالت کی حقانیت کی دلیل اول بھی ہے اور دلیل اتم بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس آیت کریمہ کے ذریعے اپنے ظاہری زمانہ حیات سے لے کر قیامت تک آنے والے انسانوں کو دلیل رسالت عطا کررہے ہیں اور ان کی عقل کے مطابق ان کو نبوت ورسالت کی علامات عطا کررہے ہیں کہ اے کُل جہاں کے لوگو! اپنی عقل سے سوچو اور اپنی عقل کے ذریعے میرے حالات زیست اور سیرت کو جانو اگر تم حق کی پہچان اور شناخت کا ادراک کرنے کے لیے اپنی عقل کو میزان بنانا چاہو تو میں تمہاری اس خواہش کی تکمیل کے لیے اپنی سیرت کو تمہارے میزان عقل پر رکھتا ہوں۔ میری ارفع زیست کو دیکھو میری پاکیزہ سیرت کا مطالعہ کرو۔ میرے دعویٰ نبوت کو میری ذات میں پرکھو، میرے قول و فعل کو جانو میرے اخلاق و کردار کو تولو، میرے شب وروز کو دیکھو، میرے لین دین پر نظر کرو۔

میری دعوت میں غوروفکر کرو، میرے دعویٰ رسالت اور میری دعوت اسلام میں میرے کردار کی موافقت اور مطابقت کو دیکھو، میری کُل دعوت اسلام کو میری زندگی میں جانو، میرے نزدیک تمہارے لیے میری نبوت ورسالت پر یہ سب سے وزنی، سب سے زیادہ معتبر اور سب سے زیادہ مستند دلیل اسلام خود میری دلیل سیرت ہے، اگر اس دلیل سیرت میں تم کو کوئی عیب نظر آئے، کوئی نقص دکھائی دے اور اگر اس دلیل کی کجی پر تمہاری کسی قسم کی نظر پڑے تو تم دلیل سیرت کی خامی و کمی کی بنا پر میری دعوت اسلام کو رد کردو اور تم ہرگز اسلام قبول نہ کرو۔ اس لیے کہ معاذ اللہ دعوت اسلام کی دلیل سیرت میں کوئی کمی و خامی پائی گئی ہے۔ ہاں ہاں اگر تمہاری عقل سو سو انداز سے تجزیہ کرلے اور اچھی طرح ناپ تول لے اور ہر ہر پہلو سے پرکھ لے، پھر بھی کوئی خامی اور کوئی کمی میری دلیل سیرت میں اسلام کی حقانیت کے باب میں تم کو نظر نہ آئے تو اب زبان سے اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ کہتے ہوئے حلقہ بگوش اسلام ہو جاؤ اور ادخلوا فی السلم کافۃ کے پیکر بن جاؤ۔

اس لیے کہ اے عقل انسانی اچھی طرح جان لے کہ اللہ نے تمہارے لیے میری ذات اور میری سیرت کو برہان بنا کر بھیجا ہے۔ برہان انسانی عقل کے سامنے وہ دلیل ہے جس کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت نہ رہے اور یہ دلیل برہان عقل کے لیے آخری، حتمی اور قطعی دلیل حق ہوتی ہے۔ باری تعالیٰ نے لفظ برہان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی ذات کو یوں مخاطب کیا ہے:

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَ كُمْ بُرْہَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا۔(2)

"اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے (ذاتِ محمدی ﷺ کی صورت میں ذاتِ حق جل مجدہٗ کی سب سے زیادہ مضبوط، کامل اور واضح) دلیلِ قاطع آگئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف (اسی کے ساتھ قرآن کی صورت میں) واضح اور روشن نُور (بھی) اتار دیا ہے۔ (یہی نبی اور یہی قرآن ہمیشہ کے لیے کافی ہیں)۔"

اس آیت کریمہ میں باری تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کو ان کی عقل کے لیے حتمی، قطعی اور بلاواسطہ شہادت Direct and conclusive evidence قرار دیا ہے۔(3)

امام راغب اصفہانی نے اسی حقیقت کو یوں بیان کیا ہے:

البرہان اوکد الادلة وھو الذی یقتضی الصدق ابدا۔(4)

"برہان تمام دلائل میں سے سب سے زیادہ پختہ دلیل کو کہتے ہیں جو ہمیشہ سچائی پر دلالت کرتی ہے۔"

اور اسی حقیقت کو امام خازن نے اپنے انداز میں یوں بیان کیا ہے:

البرهان دلیل علی اقامة الحق و ابطال الباطل والنبی کان کذالک لانه تعالی جعله حجة قاطعة قطع به عذر جمیع الخلائق۔(5)

"برہان وہ دلیل عقل ہے جو احقاق حق اور ابطال باطل پر دلالت کرتی ہے۔ اس دلیل کا مصداق اتم رسول اللہ ﷺ کی ذات و سیرت ہے اس لیے کہ باری تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسی حجت قاطعہ بنایا ہے جس سے تمام مخلوق کے حیل و حجت اور اعتراض و اشکال سب کے سب ختم ہو گئے ہیں۔"

عقل انسانی سے حقائق کا ادراک بذریعہ حواس

اب ہم اس انسانی عقل سے پوچھتے ہیں کہ یہ عقل انسانی حقائق کا ادراک کیسے کرتی ہے اور کسی بھی حقیقت کو تسلیم کرنے کے اس کے اپنے ضابطے اور قاعدے کیا کیا ہیں۔ انسانی عقل ہمیشہ پانچ حواس کے ذریعے کام کرتی ہے ان حواس میں سے ایک حس مشترک ہے۔ ایک حس خیال ہے، ایک حس واہمہ ہے، ایک حس حافظہ ہے اور ایک حس متصرفہ و متخیلہ و مفکرہ ہے۔ انسانی عقل، حواس خمسہ ظاہری پر اعتبار اور اعتماد کرتی ہے، عقل قوت سامعہ کے ذریعے کسی آواز کو جانتی ہے۔ قوت باصرہ کے ذریعے کسی چیز کو دیکھتی ہے۔ قوت شامہ کے ذریعے کسی چیز کو سونگھتی ہے قوت ذائقہ کے ذریعے کسی چیز کو چکھتی ہے قوت لامسہ کے ذریعے کسی چیز کو چھوتی ہے۔

عقل یعقله ای امسکه۔(6)

"عقل کسی چیز کو باندھنے کا نام ہے۔"

انسانی عقل بھی انسان کی سوچ کو کسی خاص سطح پر جا کر باندھ دیتی ہے پھر انسان اسی فکر و خیال میں پلتا رہتا ہے اور اپنی زندگی اس سوچ و فکر کے مطابق گزار تا رہتا ہے۔ لفظ عقل اپنے اسی معنی کی رو سے اپنے دائرہ کار میں محدود ہے۔ عقل کا دائرہ کار غیر محدود چیزوں کو جاننے کا ہر گز نہیں ہے۔ غیر محدود کو جاننے کا قول عقل کے لیے کرنا عقل کی بنیادی صلاحیت اور اس کی قوت استعداد اور صفت علم کے خلاف کرنا ہے۔ عقل کا کمال ظاہری حواس کے ادراک اور مقدمات عقل کی ترتیب کے نتیجے سے حاصل ہوتا ہے۔

بس انسانی عقل کی پہچان، کسی چیز کو امساک روک دینا بھی ہے اور کسی چیز کے بارے میں تحریکیت پیدا کرنا بھی عقل کا کام ہے اور ظاہری حواس اور عقلی حواس کو محدود جاننا بھی عقل ہے۔ عقل کسی مقام پر جا کر حیرت زدہ اور متحیر ہو جاتی ہے اور سراسر استعجاب کا مظاہرہ کرتی ہے اور لا ادری کھلم کھلا اظہار کرنے لگتی ہے، انسان جو عقل پر کل مدار علم کر کے بیٹھا ہوا تھا وہ سخت مایوس ہو جاتا ہے اور وہ گمراہ ہونے کے قریب ہوتا ہے تو وہاں اللہ کی ہدایت بندے کی دست گیری کرتی ہے۔(7)

اقبال عقل کی اسی خامی اور اس کے دائرہ کار کی محدودیت کی طرف یوں اشارہ کرتا ہے۔

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے

عقل نور ہے، یہ انسان کی سوچ و فکر کے لیے روشنی ہے اور یہ عقل کبھی خود منزل نہیں ہے اور نہ ہی یہ اکیلی منزل تک پہنچاتی ہے۔ انسان کا سب سے بڑا اعزاز اور سب سے بڑا افتخار انسان کی عقل ہے۔

مقام نبوت اور مقام رسالت کو سمجھنے کے لیے عقل کی مصاحبت میں سفر

ہم بار گاہ رسالتمآب ﷺ کی طرف مقام نبوت اور مقام رسالت کو سمجھنے کے لیے عقل کی مصاحبت میں اپنا سفر تلاش حق شروع کرتے ہیں۔ ہم اپنی سوچ و عقل کو ایک ہزار چار سو سال پیچھے لے کر جاتے ہیں اس وقت دنیا کی کیا حالت تھی ایک انسان کے دوسرے انسان کے درمیان تبادلہ خیالات کے وسائل انتہائی کم تھے۔ قوموں اور ملکوں کے درمیان بھی ذرائع رسل ورسائل محدود تھے۔ انسان کی معلومات ساری دنیا کے بارے میں بہت تھوڑی تھیں اس وجہ سے خیالات میں بھی تنگی تھی۔

مجموعی طور پر انسانوں پر وہم و توحش کا غلبہ تھا، جہالت کے اندھیرے ہر سو تھے علم کی روشنی بہت کم اور دھندلی تھی اور علم کی وہ قلیل روشنی اندھیروں کو دھکیل دھکیل کر بڑی مشکل سے پھیل رہی تھی اس وقت کی دنیا آج کی جدید دنیا کی ساری سہولتوں سے محروم تھی۔ رسل و رسائل کے جدید آلات اور جدید ذرائع نہ تھے نہ جدید مطابع اور دارالاشاعت تھے نہ مکتب اور جدید تعلیمی ادارے تھے نہ اخبارات و رسائل تھے اور نہ کثرت سے کتابیں میسر تھیں۔ اس زمانے کے انتہائی روشن خیال انسان کی معلومات بھی آج کے عام انسان سے زیادہ نہ تھیں، جو باتیں آج کس و ناکس کو معلوم ہیں اس زمانے میں وہ باتیں بڑی مشکل سے اور بڑی محنت اور تلاش و تحقیق کے بعد معلوم ہوتی تھیں۔

آج کی بڑی بڑی معلومات جو فضا میں پھیلی ہوئی ہیں وہ ایک بچے کو ہوش سنبھالتے ہی ساری فوراً میسر آجاتی ہیں۔ اس زمانے میں ان معلومات کے لیے سینکڑوں میل کا سفر کیا جاتا تھا اور انسانی عمریں مزید معلومات کی جستجو میں گزر جاتی تھیں جو باتیں آج اس قدیم دنیا کے اوہام اور خرافات ہیں یہی اس زمانے کے اپنے وقت کے حقائق تھے، جن افعال کو آج ناشائستہ اور وحشیانہ کہا جارہا ہے۔ وہ افعال اس زمانے کے عام معمولات و حیات تھے جن طریقوں سے آج انسان کا ضمیر نفرت کرتا ہے وہ اس زمانے کی اخلاقیات میں جائز تھے۔ اس زمانے میں انسان کی عجائب پرستی ذلت کی حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ اور کسی بھی چیز کی صداقت اور حقانیت اس کے مافوق الفطرت ہونے میں سمجھی جاتی تھی اور اس کے خلاف عادت ظہور پذیر ہونے میں جانی جاتی تھی۔ بسا اوقات اس زمانے میں انسان اپنی ہی نظروں میں رسوا تھا اور کسی بھی انسان کو خدا رسیدہ نہ سمجھتا تھا حتیٰ کہ کسی بھی انسان کے خدا رسیدہ ہونے کا تصور بھی نہ کیا جاتا تھا۔(8)

عرب میں انسانی معاشرے کی حالت زار

اس تاریک زمانے میں عرب کا خطہ متمدن ممالک سے الگ تھلگ پڑا ہوا تھا اس خطہ عرب میں ایران، روم اور مصر کے علوم و فنون اور تہذیب و شائستگی کی کوئی روشنی بھی ظاہر نہ ہوتی تھی۔ یہ خطہ عرب انے ریت کے بڑے بڑے پہاڑوں کی وجہ سے دنیا سے کٹا ہوا تھا۔ عرب کا سوداگر اونٹوں پر مہینوں کا سفر طے کر کے ان متمدن ملکوں میں تجارت کے لیے جاتا تھا مگر صرف اموال کا تبادلہ کر کے واپس آجاتا تھا اور اپنے ساتھ علم و تہذیب کی کوئی روشنی نہ لاتا تھا۔ اس وجہ سے عرب میں تعلیمی مکتب اور ادارے نہ تھے اور علوم و فنون سے کوئی دلچسپی بھی نہ تھی۔ یہی وجہ ہے بلاذری کے مطابق بعثت رسالتمآب ﷺ کے وقت عرب و قریش کے لوگوں میں سے صرف 15 افراد لکھنا اور پڑھنا جانتے تھے۔

البتہ ان قریش عرب کے پاس ایک اعلیٰ درجے کی زبان تھی جس میں بلند خیالات کے اظہار کی غیر معمولی صلاحیت تھی۔ ان عربوں میں بہترین ادبی ذوق پایا جاتا تھا۔ اس کے باوجود وہ آج کے معاشرے کی ذہنی سطح کے مطابق ارفع خیالات کے اظہار سے محروم تھے۔ ان کے ہاں کوئی باقاعدہ حکومت نہ تھی اور کوئی اجتماعی ضابطہ اور قانون نہ تھا۔ ہر قبیلہ اپنی جگہ خود مختار تھا، ہر کوئی جنگل کے قانون کی پیروی کرتا تھا۔ جس کا جس پر بس چلتا تھا اس کو مار ڈالتا تھا اور اس کے مال پر قابض ہو جاتا تھا۔ اخلاق و تہذیب میں وہ سخت ناتراشیدہ تھے پاک و ناپاک جائز و ناجائز شائستہ و ناشائستہ کی کوئی تمیز ان کو نہ تھی ان کی زندگی گناہ سے آلود تھی زنا، جوا، شراب، چوری، راہزنی، قتل و خون ریزی ان کی زندگی کی پہچان تھی۔

وہ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ ان کے نکاح کو اپنے لیے عار سمجھتے تھے، کسی کو اپنا داماد بناتا اپنی ہتک اور ذلت سمجھتے تھے۔ اپنی سوتیلی ماؤں سے باپ کی وفات کے بعد نکاح رچالیتے تھے۔ آداب معاشرت آداب لباس وطہارت اور آداب اکل وطعام سے نابلد تھے۔ مذہب کی تمام جہالتوں اور ضلالتوں کے ذمہ دار تھے۔ اپنے زمانے کی بت پرستی، ارواح پرستی اور کواکب پرستی کے دلدادہ تھے مگر توحید پرستی سے ناآشنا تھے۔ انبیاء سابقین کی تعلیمات سے ناواقف تھے صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے حوالے سے کچھ جانتے تھے مگر ان کے پیغام توحید کو بھول چکے تھے۔ قوم عاد اور قوم ثمود کے قصے ان میں مشہور تھے مگر ان کی تعلیمات سے لاتعلق تھے۔ انبیائے بنی اسرائیل کے کچھ واقعات اسرائیلیات کی حد تک ان کے علم میں تھے۔

دنیا کی عظیم ترین شخصیت کی آمد

ایک ہزار چار سو سال پہلے عرب میں ایک انسانی معاشرے کی یہ حالت زار ہے۔ اس زمانے میں اس ملک میں ایک ایسا عظیم شخص پیدا ہوتا ہے جس کے بچپن میں اس کے ماں باپ اور دادا کا سایہ بھی اس کے سر سے اٹھ گیا ہے۔ ماں باپ کی موجودگی میں ایک بچے کو جو اعلیٰ تربیت مل سکتی تھی۔ آپ اس سے بھی محروم تھے۔ ہوش سنبھالتے ہیں تو اپنی معاشرت کے اعرابی لوگوں کے ساتھ بکریاں چراتے ہیں، جوان ہوتے ہیں تو چچا کے ساتھ مل کر سوداگری و تجارت کرتے ہیں۔ معاشرتی میل جول نشست وبرخاست عربوں کے ساتھ ہے جن کے اس وقت کے حالات سے ہم خوب واقف ہو چکے ہیں، جن کی کل حالت کو قرآن اپنی اس آیہ کریمہ میں بڑے اعجاز کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔(9)

"خشکی وتری میں ہر طرف فساد پھیل گیا تھا۔"

آپ کو کوئی تعلیمی ادارہ میسر نہ تھا حتیٰ کہ پڑھنے لکھنے کا ماحول ہی نہ تھا۔ اگرچہ آپ نے عرب سے نکل کر کچھ تجارتی سفر کیے مگر وہ اپنی نوعیت کے زیادہ تر تجارتی سفر ہی تھے یہ اسفار علم و تہذیب کے مشاہدے کے سفر ہرگز نہ تھے۔ ان ہی اسفار میں کچھ اہل علم سے ملاقاتیں اتفاقیہ ہوئی ہیں باقاعدہ سفر کے شیڈول کا حصہ نہ تھیں اور ایسی ہنگامی ملاقاتیں کسی انسان کی سیرت سازی ہرگز نہیں کرتی ہیں اور نہ ہی یہ ملاقاتیں انسان کی شخصیت پر اس قدر اثرانداز ہوتی ہیں کہ انسان کے فکرو نظر کو بدل کر رکھ دیں یا اس کی فکر سازی اور شخصیت سازی کر دیں اور نہ ہی ان اتفاقی ملاقاتوں سے ایسا علم حاصل ہونا ممکن ہے جو ایک امی ذات کو ایک ملک کا ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کا اور ایک زمانے کا ہی نہیں بلکہ تمام زمانوں کا اسے لیڈر بنادیں اور نہ ہی ان اتفاقی ملاقاتوں سے کسی مذہب اور انسانی اخلاق و تہذیب اور اعلیٰ تہذیب و تمدن کے وہ تصورات اور اصول میسر آسکتے تھے جن کے نتیجے میں پوری انسانی سیرت کی تاریخ میں بے پناہ اثرات ہوتے ہیں اس باکمال سیرت کے لیے اس وقت کی موجود انسانی سیرت میں کئی عملی نمونہ دستیاب ہی نہ تھا۔ انسانی عقل بار بار اس پر غور کرتی رہے اور حقائق کی کرید کرتی رہے۔ وہ اسی نتیجے پر پہنچے گی، اس عظیم سیرت کا ماخذ اور مصدر کوئی اور انسان اس وقت ہرگز نہ تھا۔

بچپن تا جوانی کے حالات ومعاملات

ہم اس عظیم ذات و شخصیت کو اس کے بچپن سے دیکھتے ہیں اور اس کی زندگی کا ہر پل عظیم تھا اور یہ ذات ہر دور میں عظیم تھی اس کا بچپن بھی عظیم تھا جوانی بھی عظیم تھی۔ یہ ذات اپنے میل جول میں ہر دور میں منفرد تھی، اس کے معاملات حیات الگ اور اعلیٰ معیار انسانیت پر استوار تھے، ان کی عادات عظیم تھیں ان کے اخلاق ارفع تھے۔ یہ ہر دور میں سب انسانوں سے مختلف نظر آتے تھے کبھی کسی بھی انسان سے جھوٹ نہیں بولتے

تھے۔ ان کی صداقت پر ساری قوم اعلان بعثت وقت صادقین وامین ہونے کی اجتماعی گواہی اور شہادت دیتی ہے اور ان کی ذات و شخصیت پر کسی بدترین دشمن نے بھی کبھی کوئی الزام نہیں لگایا ہے۔

آپ کسی سے بھی بدکلامی نہیں کرتے تھے اور آپ نے کسی بھی شخص کو کبھی بھی گالی نہیں دی اور کبھی بھی اپنی زبان سے کوئی فحش بات نہیں کہی، آپ نے ہر کسی سے معاملات تجارت کیے مگر کسی سے بھی تلخ کلامی نہیں کی۔ کبھی کسی سے بھی تو تو اور میں میں نہیں کی۔ آپ کی زبان مبارک سے ہمیشہ سختی کی بجائے شیرینی مٹھاس کا اظہار ہوا اور اس زبان سے ایسے بول نکلتے تھے جو بھی سنتا تھا ان کا اسیر اور گرویدہ ہو جاتا تھا۔ آپ کسی سے بھی بدمعاملگی نہیں کرتے تھے۔ آپ نے کسی کی حق تلفی نہیں کی برسوں کاروبار و تجارت کرنے کے باوجود کسی کا پیسہ ورقم ناجائز طریقے سے نہیں لیا۔ سارے لوگ آپ کی ایمانداری پر گواہ تھے۔ آپ بداخلاقوں کے درمیان پاکیزہ اخلاق تھے اور بے حیاؤں کے درمیان حیادار تھے۔

بدکرداروں کے درمیان صاحب کردار تھے۔ گنہگاروں کے درمیان صالح تھے۔ شراب پینے اور جوا کھیلنے والوں کے درمیان ان چیزوں سے کوسوں دور تھے۔ ناشائستہ لوگوں کے درمیان شائستہ اور مہذب تھے۔ بدتمیزی اور گندگی میں ملوث لوگوں کے درمیان تمیز دار اور تزکیہ نفس کے حامل تھے۔ ہر کام میں ستھرائی اور پاکیزگی کو پسند کرتے تھے۔ سنگ دلوں کے درمیان نرم دل تھے بے دردوں کے درمیان ہر اپنے اور پرائے کا غم کھانے والے تھے۔ یتیموں اور بیواؤں کا سہارا تھے مسافروں کے لیے مہمان نواز تھے۔ دوسروں کے دکھوں پر ان کی خاطر دکھ اٹھاتے تھے، وحشیوں کے درمیان امن پسند اور صلح جو تھے۔ فساد انگیزوں اور خون ریزوں کے درمیان سلامتی پرور اور امن پرور تھے۔ قبیلوں کو لڑانے کی بجائے ان کو باہم شیر وشکر کرنے والے تھے۔

لوگوں کے درمیان جنگ بڑھانے کی بجائے مصالحت و صلح کو بڑھانے والے تھے، بت پرستوں کے درمیان سلیم الفطرت اور صحیح العقل ہو کر توحید پرست تھے۔ ہر کسی کے سامنے جھکنے والوں کے درمیان اللہ کے سوا کسی کے سامنے جھکنے والے نہ تھے۔ آخر یہ کون شخص ہے یہ گھٹاٹوپ اندھیرے میں آفتاب نصف النہار کی طرح کون چمک رہا ہے۔ پتھروں کے ڈھیر میں یہ ہیرا کون ہے۔ چالیس سال تک ان کے درمیان کردار کی اس عظیم بلندی کے ساتھ کیسے ان لوگوں میں جی رہا ہے۔ سب کی اجتماعی معاشرت کے خلاف یہ دنیا کی ایک الگ ایک منفرد معاشرت اور طرز زیست کیسے بنائے ہوئے ہے۔ انسانی عقل اس پر حیرت ہی حیرت کا اظہار کرتی ہے اور اس عقل انسانی کا تعجب اس پر ختم ہوتا ہی نہیں اس کی حیات کا ہر واقعہ انسانی عقل کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر کہتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے اور یہ کیوں اور کیسے کے الفاظ اس کے واقعات سیرت پر استفہام ہی استفہام پیدا کرتے جاتے ہیں۔

تنہائی وخلوت میں رب کائنات کی پہچان

اس ذات نے جب ہر طرف تاریکی ہی تاریکی اور اندھیرے ہی اندھیرے دیکھے اور ہر طرف جہالت، بداخلاقی اور بدکرداری کا ماحول دیکھا اور ہر سمت شرک و بت پرستی کے مناظر دیکھے تو اس ماحول سے اس کی طبیعت سخت ناگوار و ناساز ہوئی تو تب یہ ذات و شخصیت سب سے الگ تھلگ ہو کر آبادی سے دور پہاڑوں کی جانب متوجہ ہوئی۔ تنہائی و خلوت طبیعت کو مرغوب اور موافق ہو گئی۔ خلوت کی عبادت اور تحنس نے روح و دل اور دماغ و ذہن کو بے پناہ سکون و اطمینان دے دیا۔ اب اس عبادت و خلوت نے اقوام عالم کو روشن و منور کرنے کا جذبہ دیا اور ایسی طاقت حاصل کرنے کا ولولہ دیا جس کے ذریعے ساری دنیا کی بگڑی ہوئی تقدیر کو سنوارنے کا ایک ناقابل شکست عزم دیا۔ غار حرا کی ان خلوتوں کے نتیجے میں دل میں روشنی کا ایک آفتاب طلوع ہوا، اس نے دل کے اندر بے پناہ طاقت بھر دی۔ اب وہ اس غیر ضروری طاقت اور قوت کی بنا پر لوگوں سے مخاطب ہوتا ہے۔

توحید کی دعوت: حق کی دعوت

اور یوں کہتا ہے کہ یہ بت بے حقیقت ہیں ان کو ہرگز عبادت نہ کرو انھیں چھوڑ دو۔ کوئی انسان، کوئی درخت، کوئی پتھر، کوئی روح اس قابل نہیں ہے کہ تم اس کے سامنے اپنا سر جھکاؤ، فقط اور فقط ایک خدا کی عبادت کرو اس کی فرمانبرداری اور اطاعت کرو۔ یہ زمین، یہ آسمان یہ چاند، یہ سورج، یہ ستارے سب کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور تم کو بھی اسی خدا نے پیدا کیا ہے۔ اس لیے فقط اسی کی بندگی کرو اور اس کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرو۔ یہی تمہارا عقیدہ توحید ہے، زندگی کے ہر حال میں صرف اسی کا حکم مانو اس کے آگے سر جھکاؤ چوری نہ کرو لوٹ مار نہ کرو قتل و غارت گری نہ کرو، ظلم و ستم نہ کرو، گناہ اور بدکاریاں نہ کرو، کسی کی جان نہ لو، کسی کا مال نہ چھینو، جو کچھ لو وہ حق کے ساتھ لو جو کچھ دو حق کے ساتھ دو۔(10)

تم سب کے سب انسان ہو اور سارے انسان، انسانیت میں برابر ہیں نہ کوئی ذلت کا داغ لے کر پیدا ہوا ہے اور نہ کوئی عزت کا تمغہ لے کر دنیا میں آیا ہے۔ بزرگی اور شرف، ہرگز نسل اور نسب میں نہیں ہے۔ صرف اور صرف خدا پرستی اور کردار کی پاکیزگی میں ہے۔ جو خدا سے ڈرتا ہے وہی نیک دل اور پارسا ہے اور وہی اعلیٰ درجے کا انسان ہے۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ االلہِ اَتْقٰکُمْ۔(11)

"بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔"

جو خدا سے نہیں ڈرتا وہ انسان، حقیقت میں انسان ہی نہیں ہے۔ مرنے کے بعد ہر انسان کو اللہ کے حضور پیش ہونا ہے۔ خدا سب کچھ دیکھتا ہے اور سب کچھ جانتا ہے تم کوئی چیز اس سے چھپا نہیں سکتے۔ تمہاری زندگی کا سارا نامہ اعمال اور سارا کارنامہ اس کے سامنے ہے وہ عادل حقیقی ہے اس کے ہاں نجات صرف اور صرف ایمان اور عمل صالح پر ہے جس کے پاس یہ اثاثہ حیات ہوگا۔ اس کی منزل جنت ہے اور جو اس سے محروم ہوگا اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

مشرکین کی مخالفت / مظالم / حق کے راستے سے روکنے کی کوشش

یہ سارا وہ پیغام رسالت اور نبوت تھا جس کے ساتھ وہ آفتاب رسالت غار حرا سے طلوع ہوا، اس پیغام حق پر جاہل قوم دشمن ہو جاتی ہے گالیاں دیتی ہے، پتھر مارتی ہے، یہ نبی ہر روز چڑھتے ہوئے سورج کے ساتھ ان کو مختلف پیرائے میں یہ پیغام حق دیتا رہتا ہے مگر قوم مسلسل تیرہ سال تک مکہ میں آپ پر ظلم کے پہاڑ گراتی ہے، جہاں یہ ذات پناہ لیتی ہے یہ آپ کو خوب ستاتے ہیں۔ تمام عرب کو آپ کے خلاف بھڑکاتے اور ابھارتے ہیں مگر یہ ذات و شخصیت کوہ استقامت بن جاتی ہے اور ان کے ہر ظلم کے خلاف ڈٹ جاتی ہے یہاں تک کہ آپ اپنے وطن سے بے وطن کیے جاتے ہیں پھر بھی یہ قوم آرام سے نہیں بیٹھتی ہے اور آپ کے مقام ہجرت میں بھی آپ کو ستاتی ہے۔ اس کے باوجود آپ اپنی دعوت سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹتے ہیں۔

دشمنی کی وجہ

اب سوال یہ ہے کہ قوم آپ کی دشمن کیوں ہوئی اس دشمنی میں کوئی زر اور زمیں کا جھگڑا نہ تھا کوئی خون بہا کا مطالبہ اور دعویٰ نہ تھا کسی دنیوی چیز کی مانگ نہ تھی۔ ساری کی ساری دشمنی کی بنیاد یہ تھی کہ آپ ایک خدا کی بندگی اور پرہیزگاری اور نیکوکاری کی تعلیم کیوں دیتے ہیں۔ بت پرستی، شرک پرستی اور بدعملی کے خلاف تبلیغ کیوں کرتے ہیں۔ سرداروں کی سرداری کا طلسم کیوں توڑتے ہیں۔ انسانوں کے درمیان اونچ نیچ کا فرق کیوں مٹانا چاہتے ہیں۔ قبائلی اور نسلی تعصبات کو جاہلیت کیوں قرار دیتے ہیں۔ زمانہ قدیم کے پرانے نظام کو کیوں بدلنا چاہتے ہیں۔ قوم کہتی ہے

آپ کی باتوں کو قبول کرنا اپنے اباء کی روایات اور اپنی قومی رسومات کو چھوڑنا ہے اور یہ کیونکر ممکن ہے کہ آپ ان کے خلاف بات کہنا شروع کردیں وگرنہ ہم آپ کی جان کو آئیں گے۔

منصب بادشاہی کی آفر

قوم نے آپ کو راہ حق سے ہٹانے کے لیے ساری دنیا آپ کے قدموں میں رکھ دی، دنیا کا سب سے بڑا منصب بادشاہی آپ کو آفر کیا۔ ڈھیروں دولت کی پیشکش کی آپ نے سب کچھ ٹھکرادیا اور ان سب چیزوں کی پیشکش میں ان کی فقط اتنی آرزو تھی آپ نئے دین کو چھوڑ دیں اور اس کی دعوت کو ترک کردیں مگر آپ راہ حق پر ثابت قدم رہے۔ ان کے ہر طرح کے ظلم کو گوارا کرلیا۔ آپ کی قوم کے مقابل آپ کی آرزو فقط اتنی تھی کہ یہ لوگ خدا پرست بن جائیں، نیکوکار بن جائیں۔ اس میں اگرچہ آپ کا کوئی ذاتی فائدہ نہ تھا ریاست و امارت، مال و دولت اور عیش و عشرت کی آفر کو آپ نے ٹھکرادیا حالانکہ اس میں آپ کی ذات کا دنیوی فائدہ تھا آخر کیا وجہ تھی آپ نے ان کی سخت سے سخت جسمانی اور ذہنی اذیت کو گوارا کرلیا اور 21 سال تک ان کے ظلم و ستم پر صبر کرلیا۔

کل نوع انسانی کی خیر خواہی کا جذبہ

آپ نے یہ سب کچھ انسانوں کی نجات کے لیے اور ان کی دنیوی اور اخروی فلاح و بہبود کے لیے برداشت کیا۔ اس میں صرف اور صرف کل نوع انسانی کی خیر خواہی اور ہمدردی کار فرما تھی۔ آپ نے ان ہی انسانوں کی بھلائی کے لیے ان سے پتھر کھائے اور ان کی گالیاں سنیں۔ انھوں نے ہی آپ کو اپنے گھر سے بھی گھر کیا اور انہوں نے ہی غریب الوطنی میں بھی آپ کا پیچھا نہ چھوڑا اور ان کے ان اندوہناک مظالم کے باوجود بھی آپ تمام انسانوں کا بھلا چاہنے سے باز نہ آئے۔ انسانی عقل یہ کہتی ہے کہ دنیا کا کوئی جھوٹا شخص اتنی مصیبتیں اپنے دعوے پر برداشت نہیں کرتا، اپنے گمان اور قیاس سے کہی ہوئی بات پر ہرگز جم نہیں سکتا۔ وہ مصیبتوں کے پہاڑوں کو برداشت نہیں کرتا، وہ اپنے اوپر زمین کی تنگی کو گوارا نہیں کرتا وہ اپنے خلاف سب قوموں کی مخالفت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی ان سارے حالات کے باوجود اپنے دعویٰ سے سرموئے بھی نہیں ہٹتا تو اس کی یہ استقامت، یہ عزم اور یہ ثابت قدمی خود گواہی دیتی ہے کہ اسے اپنے دعویٰ کی صداقت پر یقین کامل حاصل ہے۔ اس کے دل میں کوئی ادنیٰ سا شک اور شائبہ بھی نہیں ہے۔

بعثت نبوت کا حیرت انگیز پیغام

اب انسانی عقل کے میزان میں ہم اس ذات و شخصیت کو ایک اور اعتبار سے بھی جانتے ہیں کہ چالیس برس تک وہ ان عربوں میں اپنی زندگی گزار چکا تھا۔ اس دوران اس مکہ کے تاجر کو کسی نے ایک خطیب اور جادو بیان مقرر کے طور پر نہ جانا تھا، کسی نے ان کو الہیات، فلسفہ اخلاق، قانون اور سیاسیات، معاشیات اور عمرانیات پر بحث کرتے ہوئے نہ دیکھا تھا۔ اس وقت چاہنے والے آپ کو ایک امن پسند اور پیکر شرافت کے طور پر جانتے تھے مگر جوں ہی وہ شخص چالیس کی عمر مبارک کو پہنچا تو وہ غار حرا سے ایک نیا پیغام لے کر آیا اس پیغام نے اس کی ذات کا تعارف رسول و نبی سے کرایا اور اس کے پیغام نے ساری کائنات انسانیت کی کایا پلٹ دی۔ اب وہ ایک حیرت انگیز کلام سنا رہا تھا۔ جس کو سن کر سارا عرب مبھوت ہو گیا۔ اس کلام کی شدت تاثیر کا یہ عالم تھا اس کے بڑے بڑے دشمن بھی اس کے کلام کو سنتے ہوئے ڈرتے تھے کہ کہیں اس کا کلام ان کے دلوں میں نہ اتر جائے اور اس کے کلام کی فصاحت و بلاغت اور زور بیان کا یہ عالم تھا کہ تمام قوم عرب کے بڑے بڑے شعراء، خطباء اور زبان آور ادباء اس کلام کے سامنے بے بس تھے۔ اس کلام نے بار بار ان کو چیلنج دیا کہ تم سب کے سب مل کر اس قرآن جیسی ایک سورت بنالاؤ اور اس جیسی ایک ہی

آیت بنالاؤ مگر کوئی بھی اس کے مقابل آنے کی جرات نہ کرتا تھا اور ایسے بے مثل کلام کو عربوں کے کانوں نے آج تک سنا ہی نہ تھا، یہ تو اس شخصیت کے کلام کا عالم تھا۔

آپؐ کا دنیا کا بہادر لیڈر بن کر ابھرنا

اور اس کے ساتھ ساتھ اس پیغام کے بعد یہ شخص مکرم ایک بے مثل حکیم نظر آیا اور اور ایک لاجواب مصلح اخلاق و تمدن دکھائی دیا۔

ایک حیرت انگیز ماہر سیاست نظر آیا، ایک زبردست مقنن ظاہر ہوا ایک اعلیٰ درجے کا جسٹس وجج دکھائی دیا اور ایک بے نظیر اور عظیم سپہ سالار بن کر آیا۔ امی ہو کر حکمت و دانائی کی بے شمار باتیں کرنے لگا اور وہ امی ذات الہیات پر فیصلہ کن تقاریر کرنے لگا اور آراء دینے لگا اور تاریخ اقوام کے عروج وزوال کے فلسفے کو بیان کرنے لگا اور قدیم مصلحین کے کارناموں کو واضح کرنے لگا۔ مذاہب عالم پر تجزیہ اور تنقید کرنے لگا۔ اختلافات اقوام کے بڑے بڑے فیصلے کرنے لگا اور دنیا کو اخلاق و تہذیب شائستگی کے درس دینے لگا، وہ معاشرت، معیشت، عمرانیات اور بین الاقوامی تعلقات کے قوانین وضع کرنے لگا۔ دنیا عجب منظر دیکھ رہی تھی وہ خاموش اور پرامن تاجر جس نے زندگی بھر کبھی تلوار نہ چلائی تھی اور کبھی فوجی تربیت نہ لی تھی اور جس نے اعلان بعثت سے قبل صرف ایک آدھ لڑائی میں جزوئی حصہ لیا تھا۔ وہ غار حرا کے پیغام حق کے بعد ساری دنیا کا بہادر سپاہی اور عظیم سپہ سالار بن گیا۔ جس کے قدم دنیا کے سخت سے سخت معرکوں میں ہمیشہ جمے رہے جو دشمن کے تابڑ توڑ حملوں کے باوجود اپنے میدان جنگ سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹا، جو ساری دنیا کا ایسا زبردست جنرل بنا جس نے نو سال کے اندر تمام عرب کو فتح کر لیا اور ایسا حیرت انگیز ملٹری لیڈر بنا کہ اس کی فوجی تنظیم اور جنگی حکمت عملی کی وجہ سے بے سروسامان عربوں نے دنیا کی دو عظیم الشان فوجی طاقتوں کو شکست فاش دے دی۔

خلاصہ کلام

اور وہ شخص مکرم غار حرا کے پیغام کے بعد ایک زبردست ریفارمر اور مدبر بن کر ظاہر ہوا۔ جس نے 23 سال کے اندر 12 لاکھ مربع میل پر پھیلے ہوئے ریگستان کے منتشر جنگ جُو جاہل، سرکش اور غیر متمدن کو جدید آلات کے بغیر ایک دین کی لڑی میں پرو دیا اور ان کو ایک تہذیب کا پیروکار بنا دیا اور ایک آفاقی قانون کے تابع کر دیا اور ایک نظام حکومت کے ماتحت کر دیا اور اس قابل صد احترام شخص نے ان عرب وحشیوں کے خیالات بدل ڈالے اور ان کے خصائل تبدیل کر دیئے اور ان کے اخلاق بدل ڈالے اور ان کی وحشت کو اعلیٰ مدنیت میں بدلا اور ان کی بدکرداری کو اعلیٰ کردار میں بدلا اور ان کی بداخلاقی کو عظیم اخلاق میں بدلا اور ان کی سرکشی وبغاوت کو جذبہ اطاعت میں بدلا اور اس بانجھ قوم کو ہزار دو ہزار اعاظم رجال سے مردم خیز بنا ڈالا۔ وہ لوگ جو اس سے پہلے ساری دنیا کے رہزن تھے ان کو ساری دنیا کا رہبر اور راہنما بنا ڈالا۔

اس شخص عالیشان نے اپنی قوم کو بدلنے کا یہ کام کسی ظلم، کسی جبر اور کسی دغا اور کسی فریب سے نہیں کیا بلکہ اپنے دل موہ لینے والے اخلاق حسنہ سے کیا ہے اور روحوں کو مسخر کر لینے والی شرافت سے کیا ہے اور دماغوں پر قبضہ کر لینے والی تعلیم سے کیا ہے۔ اس نے اپنے اخلاق سے دشمنوں کو دوست بنایا ہے اس نے اپنی شان رحمت للعالمینی کے ذریعے اپنے اعداء کے دلوں کو بھی موم کیا ہے اور عدل و انصاف کو معاشرے میں عام کیا ہے۔ اس نے حالت جنگ میں بھی کسی سے بدعہدی نہیں کی اور نہ ہی کسی کو دغا دیا ہے۔ اس نے اپنے بدترین دشمنوں پر بھی ظلم نہیں کیا ہے اور اس ذات کا وہ دشمن جو اس کے خون کا پیاسا تھا۔

جس نے اس کو پتھر مارے تھے جس نے اس کو وطن سے نکالا تھا جس دشمن نے اس کے خلاف سب عرب کو یکجا اور اکٹھا کر دیا تھا اور جس دشمن نے جوش عداوت میں اس کے چچا کا کلیجہ تک چبا ڈالا تھا۔ دنیا کے اس سفاک اور ظالم اور جان، مال اور عزت کے سب سے بڑے دشمن کو بھی اس

ذات مکرم نے اس وقت معاف کیا جب اس دشمن پر مکمل غلبہ پالیا اور جب اس دشمن کو فتح مکہ کی صورت میں شکست فاش دے دی تھی اور جب اس کے سینے پر فتح کے جھنڈے گاڑھ دیئے تھے تو اس وقت فرمایا "میں اپنی ذات کے لیے تم میں سے کسی سے بدلہ نہیں لیتا ہوں جاؤ میں نے تم سب کو معاف کیا۔"

لا تثريب عليكم اليوم اذهبوا و انتم الطلقاء

اور یہی وہ ذات مکرم ہے جو اس دور جدید کی بانی اور لیڈر رہے اور یہ دنیا کا عظیم شخص ان کا بھی لیڈر رہے جو اسے لیڈر نہیں مانتے۔ یہ ان کا ایک ایسا لیڈر رہے جو ان کے خیالات اور اصول حیات اور قوانین زیست میں ہر روز ایک روشنی بن کر چمک رہا ہے اور یہ اپنی تعلیمات کے ذریعے عصر جدید کی روح میں پیوست ہے اور یہی وہ شخص لائق صد احترام ہے جس نے دنیا کو محکم تصورات اور نظریات دیئے ہیں جس نے انسانوں کے مابین عجائب پرستی کا خاتمہ کیا ہے جس نے انسانوں کو رہبانیت سے نجات دی ہے۔

لارہبانیة فی الاسلام۔

جس نے انسانوں کے درمیان عقلیت اور حقیقت پسندی کو فروغ دیا ہے۔

افلا تعقلون۔

افلا يتدبرون۔

اور جس نے ان کو مادی معجزوں سے عقلی معجزوں کی طرف منتقل کیا ہے۔ جس نے ان کے لیے معیار صداقت عقل و فطرت کو ٹھہرایا ہے۔ اس ذات مکرم نے خرق عادات میں خدائی کے آثار ڈھونڈنے والوں کی آنکھوں کو کھولا ہے اور ان کو آثار فطرت میں آیات الٰہیہ اور خدائی نشانیاں دیکھنے کا خوگر بنایا ہے۔ محض غیر معقول خیالات و قیاسات پر زندگی گزارنے والوں کو تعقل تفکر اور مشاہدہ و تحقیق کی راہ پر لگایا ہے۔ اس نے انسانوں پر حواس خمسہ، عقل اور وجدان کے ذرائع کو اچھی طرح واہ کیا ہے اور اس نے مادیت اور روحانیت کے مابین مناسبت اور توازن پیدا کیا ہے اور دین کو علم و عمل کے ساتھ مضبوطی کے ساتھ جوڑا ہے اور سائنسی طریق سے لوگوں کے اندر مذہب کی قوت کو بیدار کیا ہے اور اسی ذات مکرم نے شرک اور مخلوق پرستی کی ہر بنیاد کو انسانوں کے درمیان سے اکھاڑا ہے اور علم کی بے پناہ طاقت سے توحید کو ان کا عقیدہ راسخ بنایا ہے۔

حتی کہ مشرکوں اور بت پرستوں کو بھی وحدانیت کے رنگ سے رنگ دیا ہے۔ اس ذات مکرم نے انسانوں کے اخلاقی اور روحانی تصورات کو بدلا ہے اور وہ لوگ جو اپنی مذہبی زندگی میں بھگوان، اوتار اور ابن اللہ کے سوا کسی کو ھادی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھے انہیں اسی ذات نے بتایا ہے کہ تم ہی میں سے کوئی خدا کا چنیدہ انسان آسمانی بادشاہت اور خداوند عالم کا نمائندہ اور رسول ہو سکتا ہے اور جو لوگ ہر طاقتور انسان کو خدا بنا لیتے تھے انہیں سمجھایا انسان بجز انسان کے کچھ نہیں ہے۔ صرف اللہ کا انتخاب ہے جو اسے کسی منصب پر فائز کر دیتا ہے۔

اسی امی ذات نے ساری دنیا کو طہارت و نظافت کے اصول دیے ہیں جو ساری دنیا میں پھیل گئے ہیں اور اس عظیم ماہر عمرانیات نے معاشرت کے وہ قوانین دیئے ہیں جن کی خوشہ چین ساری دنیا ہے اور اس عظیم ماہر اقتصاد نے معاشیات کے وہ قواعد و اصول بنائے ہیں جن سے اکتساب کرتے ہوئے دنیا میں معاشی تحریکیں پیدا ہوئی ہیں۔ اور اس اعلیٰ اور بے مثل سیاستدان نے حکومت و ریاست کے وہ سیاسی نظریات دیئے ہیں جو ساری دنیا میں انقلابات عالم کا پیش خیمہ ثابت ہوئے ہیں اور اس عظیم قانون داں نے عدل و انصاف کے وہ اصول عطا کیے ہیں جن پر ساری دنیا کا عدالتی نظام اور قانونی افکار قائم ہیں۔ اس عظیم سپہ سالار نے جنگ و صلح کے وہ بین الاقوامی ضابطے عطا کیے ہیں جن کو آج بھی مہذب اقوام اپنائے ہوئے ہیں اور اس کائنات کے عظیم لیڈر نے مختلف قوموں کے درمیان انسانی قدر مشترک کی بنا پر تمام معاملات حیات کو سلجھانے نبھانے اور سنوارنے کے راز اور عملی نمونے عطا کیے ہیں۔

انسانی تاریخ اپنے پس منظر میں بڑے ہی حیرت انگیز انسان رکھتی ہے۔ ابتداء سے لے کر اب تک بڑی تاریخی شخصیات ہو گزری ہیں مگر ان کو جب اس عظیم شخصیت مکرمہ کے سامنے لایا جاتا ہے تو وہ اپنی شخصیت میں اس کے سامنے پست اور بونے نظر آتے ہیں۔ ان بڑی چمک دمک والی شخصیات میں سے کوئی ایک بھی ایسی نہیں ہے جو زندگی کے ایک دو شعبوں سے زیادہ آگے بڑھ سکی ہو۔ ان میں کوئی نظریات کا بادشاہ ہے مگر دوسری طرف ان کے نفاذ کی کوئی عملی قوت نہیں رکھتا ہے اور کوئی عمل کا پیکر ہے مگر فکر میں کمزور ہے۔ کسی کے کمالات سیاسی مدبر ہونے کے ہیں اور کسی کے فوجی ذہانت کے علمبر دار ہونے کے ہیں۔

کسی کی نظر اجتماعی زندگی کے صرف ایک پہلو تک محدود ہے اور دوسرے شعبے اس سے اوجھل ہو گئے ہیں کسی نے اخلاق اور روحانیت کو لیا تو معیشت و سیاست کو بھلا دیا کسی نے معیشت و سیاست کو لیا تو اخلاق و روحانیت کو فراموش کر دیا۔ غرضیکہ تاریخ انسانی میں ہر طرف یک رخے ہیرے نظر آتے ہیں مگر تاریخ عالم میں فقط یہی وہ ذات اقدس ہے جس کے اندر باری تعالیٰ نے تمام شرف و کمالات کو جمع کر دیا ہے۔ وہ خود حکیم و دانا بھی ہے، وہ سیاسی مدبر بھی ہے، فوجی لیڈر بھی ہے، مذہبی رہبر بھی ہے، سماجی راہنما بھی ہے، واضع قانون بھی ہے معلم اخلاق بھی ہے، روحانی راہنما بھی ہے۔ انسانوں کی زندگی کے ہر ایک شعبے کا راہنما بھی ہے۔ وہ دنیا کو ایک نئی تہذیب دنیا والا بھی ہے اور وہ اپنے افکار میں اور اپنے اعمال میں افراط و تفریط کے ہر نشان سے پاک بھی ہے۔ اس جیسا کوئی اور جامع الصفات لیڈر پوری انسانی تاریخ اور انسانی عقل کی رسائی میں نہیں ہے۔ اس لیے انسانی عقل در رسول پر جھکی جھکی، اپنی درماندگی اور بے بسی کا ایک طرف اظہار کرتی ہے تو دوسری طرف اسی وقت اپنی اس بے بسی اور اظہار عجز کو اپنا سب سے بڑا افتخار اور کمال بنا لیتی ہے جس کا اظہار صائم چشتی کی زبان میں یوں کرتی ہے:

تو شاہِ خوباں، تو جان جاناں، ہے چہرہ ام الکتاب تیرا
نہ بن سکی ہے نہ بن سکے گا مثال تیری جواب تیرا
تو سب سے اول، تو سب سے آخر، ملا ہے حسن دوام تجھ کو
ہے عمر لاکھوں برس کی تیری، مگر ہے تازہ شباب تیرا

حوالہ جات

1. یونس،10: 16
2. النساء،4: 175
3. ڈاکٹر طاہر القادری، مقدمہ سیرۃ الرسول،، منہاج پبلی کیشنز، لاہور، ص103
4. راغب اصفہانی، امام، مجم مفردات الفاظ القرآن، تحقیق محمد بن یوسف الشیخ البقاعی، بیروت، دار الفکر، ۲۰۰۶، ص ۸۱
5. امام خازن، علاوالدین، تفسیر الخازن، دار الکتب العلمیہ، ج ۲، ص ۲۰۲
6. فیروز آبادی، مجد الدین محمد بن یعقوب، ابو طاہر، بصائر ذوی التمیز، ج، 4، ص، 85
7. ڈاکٹر طاہر القادری، علم اور مصادر علم،، منہاج پبلی کیشنز، ص289
8. سید ابو الاعلیٰ مودودی، اسلامی نظام، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، ص20
9. الروم،30: 41
10. سید ابو الاعلیٰ مودودی، اسلامی نظام زندگی، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، ص25
11. الحجرات،49: 13